سید عطاء المحسن بخاری

قلم برداشتہ

سچ کہوں تو زبان کٹتی ہے

ہمارے ملک میں سیاست بازی و شخصیت سازی کا دستور نرالا ہے۔ جو بھی برسراقتدار آتا ہے وہ پچھلوں یا پہلوں کو گالی بنانے کی کوشش میں تمام داؤپیچ استعمال کرتا ہے۔ چاہے اس استعمال کی غلط کاریوں سے وہ خود گالی بن کے رہ جائے۔ اسی طرح اقتدار و اختیار کے بدہئیت بت اپنے سابقوں اور لاحقوں کو ایسی ایسی تنگنائیوں اور کٹھنائیوں سے گزرنے پر مجبور کریں گے کہ سیاست بھی سرپیٹ کے رہ جائے۔ مثلاً معتوب اپوزیشن کو آجکل جن مرحلوں سے گزارا جارہا ہے اگر اس کا نام انتقام نہیں ہے تو پھر بھٹو کی پھانسی کو بھی انتقام نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ سعدی نے حکمرانوں، حیوانوں کو پندو وعظ کرتے ہوئے یہی بات فرمائی تھی

بہ نیم بیضہ چوں سلطاں ستم روا دارد

زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

کہ اگر حکمران و سلطان آدھے انڈے کے برابر بھی ظلم و جور روا رکھے گا تو اسکے لشکری ہزاروں مرغ سیخوں پر بھون کر کھا جائیں گے۔ یہی اس حکومت میں ہورہا ہے وفاقی وصوبائی حکومتوں کے ماتحت تمام ادارے خصوصاً پولیس (یا اپنے لاہوریوں کے بقول "سپوہٹے") یہی کردار سرانجام دے رہے ہیں۔ حکومت نے اگر مسلم لیگی ایم این ایز یا ایم پی ایز کو عتاب و عقوبت کے لئے چن لیا ہے تو حکومت کے خرکارے (ہرکارے) بھلا اس کمال سے پیچھے بلکہ محروم کیوں رہیں؟ پھر آجکل پیپلز پارٹی، مسلم لیگ کے ساتھ جو "خوش فعلیاں" کر رہی ہے یہ تو مکافات عمل ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مسلم لیگی حکمرانوں نے نہتے مسلمانوں اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ جو ظلم کیا تھا وہ بھی تاریخ کا ایک کربناک باب ہے۔

جب انگریز ملعون یہاں حکمران تھا تو سیاسی کارکنوں، زعیموں، صحافیوں اور نکتہ وروں کے ساتھ یہی "حسن سلوک" ہوتا تھا اور یہ سلوک اکثر و بیشتر سوگ بن جاتا تھا۔ چودھری افضل حق جو مجلس احرار کا شہ دماغ تھے انہیں فرنگی تعزیر نے دائیں ہاتھ کی توانائیوں سے ہمیشہ کےلئے محروم کردیا تھا، کھانے میں کوئی چیز کھلا کر ان کو ہمیشہ کے لئے بلند آواز سے محروم کردیا تھا۔ پھر وہ تمام عمر بائیں ہاتھ سے لکھتے رہے۔ حکیم محمد غوث جام پوری ساری عمر کے لئے دائیں ہاتھ کے "ارتعاش" کو قابو نہ کرسکے اور فرنگی ملعون نے ان مظالم کو جواز بخشنے کے لئے یہی زبان چلائی تھی کہ یہ انتقام نہیں، بلکہ جو کیا ہے اس کا بھگتان ہے، جانباز مرزا مرحوم تمام عمر کندھا لٹکائے رہے کہ یہ بھی اسی جرم بے گناہی کے اسیر تھے۔ اس دور میں آزادی کا نعرہ لگانا فرنگی کے استبداد کو للکارنے کی بات تھی۔ آج حقوق کا مطالبہ کرنا جاگیردار کی نخوت و پندار کو ہنکارنے کے مترادف ہے۔ اس ملک میں پولیس کا کردار مجموعی طور پر ایک لچکے اور بھگے، سے کم نہیں۔ بنیادی وجہ وہی ہے جو شیخ

سعدی مرحوم نے فرمائی ہے۔ جن سرکشوں، متکبروں اور فرعون بے سامان افراد کو یہ بات کہی گئی ہے ان کے اپنے ماحول میں ذاتی عقوبت خانے بھی ہیں جو ان کے اقتدار کے دنوں میں آباد ہوتے ہیں اور اگر یہ

کالے انگریز خدا نخواستہ ظاہری اقتدار سے محروم بھی ہوں تو بھی ان کے عقوبت خانوں میں "وسدے وسیب" میں ان کے تمرودی احکام کی خلاف ورزی کرنے والا، یا ان کی فرعونی خواہشات پوری نہ کرنے والا مقہور مکین مل جائے گا۔ جنوبی پنجاب، سندھ کا بالائی حصہ، بلوچستان کے سرداروں کا سرداری علاقہ، کسی ابن بطوطہ کا منتظر ہے یا کسی موہنجودڑو، ہڑپہ کا دریافت کنندہ وہاں پہنچے اور دریافت کرلے کہ

ہیں تلخ یہاں بندہ تنقید کے اوقات

یا گجرات کے چودھریوں سے اسکی تصدیق کی جا سکتی ہے اور اگر انکار ہی انکار پیش آئے تو پنجاب پولیس اسکی عینی گواہ ہے اور یہ بھی اگر مکر جائیں تو پیران پنجاب کے "چکری لوٹے" یا کشف پر قناعت کرلی جائے کہ انگریز نے بھی انہی کی گواہی معتبر مان کے اعتبار کر لیا تھا۔ معتبر اور اعتبار باہم لازم و ملزوم ہیں۔

کسی دور میں ہمارے گجراتی محروم اقتدار لوگ ہماری طرح پیدل ہونے کے باوجود ہماری بات نہیں مانتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی بات ہے، وڈے چودھری جی بقید حیات تھے۔ ان کی دختر نیک اختر کو ایک مرزائی ٹیوٹر پڑھانے آتے تھے۔ ختم نبوت کی تحریک اپنے آخری مراحل میں تھی اور چودھری صاحب تحریک ختم نبوت کے رہنما بھی کہلاتے تھے۔ ہم لوگ غالباً جیل یاترا سے جاں بخشی کے بعد گھروں کو لوٹے تھے۔ ہم میں جماعت اسلامی کے چودھری نثار، جاٹ ہونے کے ناطے مُصر تھے کہ چودھری صاحب کے پاس جانا چاہیئے اور ان سے عرض معروض کریں کہ یہ مسئلہ نہایت نامناسب ہے، ایک طرف آپ (بھٹو دشمنی میں) ہم سے تعاون بھی کرتے ہیں، تحریک ختم نبوت کی حمایت بھی کرتے ہیں، دوسری طرف ایک مرزائی پروفیسر آپ کی دختر نیک اختر کو پڑھانے بھی آتا ہے۔ اسکو سبکدوش کریں اور کسی مسلمان کو متعین کرلیں۔ ہم سات آدمی تھے۔ بدقسمتی ساتوں کی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو تم کرو۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ ہم فقیروں کی بات بڑے لوگ نہیں مانا کرتے، تم خود بات کرو۔ تم جاٹ بھی ہو اور متحدہ محاذیئے بھی ہو۔ تم بہتر ہو لیکن نہ جانے انہوں نے کیا بہتری سوچی کہ میری نمائندگی پر وہ اڑ گئے، چاروناچار جیل کی یاری پر اپنی رائے قربان کر دی اور جناب چودھری ظہور الٰہی کے دربار میں پہنچ گئے۔ علیک سلیک اور تعارف کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا، ابھی میں عرضِ مدعا کے چند جملے ہی کہہ پایا تھا کہ جناب چودھری صاحب گویا ہوئے۔ "سنیا تُسی بنگلہ دیش نامنظور وی کہندے او"۔ میں نے کہا کہ میں اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کی پالیسی پر عمل کرتا ہوں۔ کہنے لگے "نئیں ہُن تُسی نئیں کہنا"۔ میں تو بے نیازِ جام و ساغر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی جماعت کے نظم کا پابند ہوں آپ کا نہیں۔ اتنے میں چودھری صاحب نے ہاتھ کے اشارے اور زبان سے کہا کہ "اوئے نئیں نئیں" میں نے گھوم کر دیکھا تو عقب میں محمد شفیع سماں ہاتھ میں جوتا لئے مجھے مارنے کے لئے آگئے

بڑھ رہے تھے جو جناب چودھری صاحب کے روکنے سے رک گئے مگر میرے ساتھ جانے والے اور مجھے "سپو کس مین" کا اعزاز بخشنے والے دم سادھے بیٹھے رہے اور انہوں نے "دند ٹُوں دند نہ پٹیا مونہوں کُجھ نہ پھٹیا" .... اور یوں میں، ایک مرزائی کو چودھری صاحب کی شفقتوں سے محروم کرانے کی قیمت ادا کر کے واپس آگیا۔ "پسپا" ہو گیا۔ یہ واپسی آج تک جاری ہے۔ کس کس کو، کہاں کہاں، کب کب پسپائی کا سامنا رہا ہے؟ یہ قصہ بھی تفصیل چاہتا ہے.......

"تجھے کیا سناؤں میں ہم نشیں، مرے غم کا قصہ طویل ہے"!

اور پھر کون جانے، کون بتائے کہ یہ واپسی، یہ پسپائی ان بڑوں کے اقتدار تک جاری رہے گی یا کہیں تھمے گی بھی؟ میں اپنے ذاتی اور ملکی حالات کے پیش نظر کہہ سکتا ہوں کہ مجھ ایسوں کی واپسی ایک ایسی ڈھلوان سے گرنا ہے جس پر پھسلن ہی پھسلن ہے اور کہیں بھی پاؤں اٹکانے کی جگہ نہیں ہے اور اگر آپ پسند فرمائیں تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

ہمارا پوسٹ کوڈ نمبر 6000 ہے۔
آپ کا پوسٹ کوڈ نمبر کیا ہے؟

دو تین ماہ سے اکثر قارئین کو شکایت ہے کہ انہیں نقیب ختم نبوت نہیں مل رہا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ محکمہ ڈاک نے پوسٹ کوڈ نمبر لازمی قرار دے دیا ہے۔ جس پتہ پر کوڈ نمبر درج نہیں ہوتا عموماً وہی ڈاک ہمیں واپس موصول ہوتی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے ڈاکخانہ سے اپنا پوسٹ کوڈ نمبر معلوم کر کے ہمیں لکھ بھیجیں۔ تاکہ پرچہ کی ترسیل کو ممکن حد تک یقینی بنایا جا سکے۔ (ادارہ)